اوّل یہ کہ دنیا کی موجودہ زندگی، جس کی مقدار کسی کے لیے بھی چند سالوں سے زیادہ نہیں ہوتی محض ایک سفر کا عارضی مرحلہ ہے۔ اصل زندگی جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے، آگے آنی ہے۔ موجودہ عارضی زندگی میں انسان خواہ کتنا ہی سروسامان جمع کر لے اور چند سال کیسے ہی عیش کے ساتھ بسر کر لے، بہرحال اسے ختم ہونا ہے اور یہاں کا سب سروسامان آدمی کو یونہی چھوڑ کر اُٹھ جانا ہے۔ اس عیش کے مقابلے میں ایک عقل مند اس کو ترجیح دے گا کہ یہاں چند سال مصیبتیں بھگت لے، مگر یہاں سے وہ بھلائیاں کما کر لے جائے جو لجد کی دائمی زندگی میں اس کے لیے ہمیشگی کے عیش کی موجب بنیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کا دین انسان سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اس دنیا کی متاعِ حیات سے استفادہ نہ کرے اور اس کی زینت کو خواہ مخواہ لات ہی مار دے۔ اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دے، کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی، اور دنیا کا عیش کم تر اور آخرت کا عیش بہتر۔ اس لیے دنیا کی وہ متاع اور زینت تو آدمی کو ضرور حاصل کرنی چاہیئے جو آخرت کی باقی رہنے والی زندگی میں سُرخرو کرے، یا کم از کم یہ کہ اسے وہاں کے ابدی خسارے میں مبتلا نہ کرے۔ لیکن جہاں معاملہ مقابلے کا آپڑے، یعنی دنیا کی کامیابی اور آخرت کی کامیابی ایک دوسرے کی ضد ہو جائیں، وہاں دینِ حق کا مطالبہ انسان سے یہ ہے، اور یہی عقل سلیم کا مطالبہ بھی ہے، کہ آدمی دنیا کو آخرت پر قربان کر دے اور اس دنیا کی عارضی متاع و زینت کی خاطر وہ راہ ہرگز اختیار نہ کرے جس سے ہمیشہ کے لیے اس کی عاقبت خراب ہوتی ہو۔

ان دو باتوں کو نگاہ میں رکھ کر دیکھیئے کہ اللہ اوپر کے فقروں میں کفارِ مکہ سے کیا فرما رہا ہے۔ وہ یہ نہیں فرماتا کہ تم اپنی تجارت لپیٹ دو، اپنے کاروبار ختم کر دو، اور ہمارے پیغمبر کو مان کر فقیر ہو جاؤ۔ بلکہ وہ یہ فرماتا ہے کہ یہ دنیا کی دولت جس پر تم ریجھے ہوئے ہو، بہت تھوڑی دولت ہے اور بہت تھوڑے دنوں کے لیے تم اس کا فائدہ اِس حیاتِ دنیا میں اُٹھا سکتے ہو۔ اس کے برعکس اللہ کے ہاں جو کچھ ہے وہ اس کی نسبت کم و کیف (QUANTITY اور QUALITY) میں بھی بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی ہے۔ اس لیے تم سخت حماقت کرو گے اگر اس عارضی زندگی کی محدود نعمتوں سے متمتع ہونے کی خاطر وہ روش اختیار کرو جس کا نتیجہ آخرت کے دائمی خسارے کی شکل میں تمہیں بھگتنا پڑے۔ تم خود مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ کامیاب آیا وہ شخص ہے جو محنت و جانفشانی کے ساتھ اپنے رب کی خدمت بجا لائے اور پھر ہمیشہ کے لیے اس کے انعام سے سرفراز ہو، یا وہ شخص جو گرفتار ہو کر مجرم کی حیثیت سے خدا کی عدالت میں پیش کیا جانے والا ہو اور گرفتاری سے

پہلے محض چند روز حرام کی دولت سے مزے لوٹ لینے کا اس کو موقع مل جائے؟

آخر میں فرمایا:

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (القصص - ۶۲)	اور بھول نہ جائیں یہ لوگ، اس دن کو جب کہ وہ ان کو پکارے گا اور پوچھے گا "کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تم گمان رکھتے تھے"۔

یہ تقریر بھی اسی چوتھے جواب کے سلسلے میں ہے، اور اس کا تعلق اُوپر کی آیت کے آخری فقرے سے ہے۔ اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ محض اپنے دنیوی مفاد کی خاطر شرک و بت پرستی اور انکارِ نبوت کی جس گمراہی پر یہ لوگ اصرار کر رہے ہیں، آخرت کی ابدی زندگی میں اس کا کیسا بُرا نتیجہ انھیں دیکھنا پڑے گا۔ اس سے یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ فرض کرو دنیا میں تم پر کوئی آفت نہ بھی آئے، اور یہاں کی مختصر سی زندگی میں تم حیاتِ دنیا کی متاع و زینت سے خوب بہرہ اندوز بھی ہو لو، تب بھی اگر آخرت میں اس کا انجام یہی کچھ ہونا ہے تو خود سوچ لو کہ یہ نفع کا سودا ہے جو تم کر رہے ہو یا سراسر خسارے کا سودا؟

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت

قائدِ انقلاب

از جناب سید اسعد گیلانی

حضورؐ حقیقی قائدِ انقلاب تھے۔ انہوں نے دنیا کی تشکیل کا پرانا ڈھانچہ یکسر بدل دیا اور دنیا کو سب کچھ نیا دیا۔ حضورؐ نے دنیا کو ایک نیا نظام، نیا معاشرہ، نیا ضابطہ، اور نیا انسان دیا۔ ایسا نیا انسان جو اللہ کی خوشنودی کا مظہر اور اس کی بندگی اور عبادت کی علامت ہے، جسے مسلمان کہتے ہیں اور جس کا نام ہی اطاعتِ الٰہی کا نشان ہے۔ ظلمتوں، تاریکیوں اور گمراہیوں سے بھری ہوئی دنیا میں سرورِ کائنات کا وجود ایک روشنی کا مینار ہے ــــ انسانیت کا قافلہ مجبور ہے کہ راہِ راست کی تلاش میں اس مینار سے روشنی کی بھیک طلب کرے۔ ہر چشم بصیرت کو، غیر متمدن دنیا اپنی تمام کمزور خیالیوں کے ساتھ حضورؐ کے عقب میں گم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اور نئی دنیا اور نیا نظام حضورؐ کے قدموں سے پھوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ پرانی دنیا کو حضورؐ نے اپنے تیئس سالہ جہادِ زندگانی میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے علم و عقل کی روشنی میں دمادم مہذب اور متمدن ہونے والی دنیا کا افتتاح آپؐ نے فرمایا اور اسے ایک ایسا نظام عطا کیا جو ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور ہر زمان کی انسانی ضرورتوں کا کفیل ہے۔

دنیا میں کچھ لوگوں نے ایسے کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ ان کی یاد ذہن انسانی سے وابستہ ہو کر رہ گئی ہے اور تاریخ نے ان کے کارناموں کو اپنے دامن میں محفوظ کر لیا ہے۔ بڑے بڑے سالاروں کی یلغاریں، بڑے بڑے فاتحوں کی فتوحات، بڑے بڑے حکیموں کی حکمتیں اور دانائیاں اور بڑے بڑے فلسفیوں کے فلسفے بڑے بڑے عالموں کے علم و ادب کے ذخیرے اور بڑے بڑے سائنسدانوں کی ایجادات، وطن پرستوں کی جانفشانیاں اور قوم پرستوں کی قربانیاں تاریخ کے دامن میں سے نکل نکل کر نسل انسانی کے سامنے آتی ہیں اور اپنے لیے تحسین و آفرین کے تحفے طلب کرتی ہیں۔ لیکن اگر ان کے مجموعی کارناموں کو فلاحِ انسانیت کے عالمگیر ترازو میں رکھ کر تولا جائے تو ان کی بے وزنی اور بے وقعتی بہت نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ بڑے بڑے آمروں، فاتحوں اور سالاروں نے زیادہ سے زیادہ بس یہی کیا کہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ انسانوں کو غلام بنایا، بڑے بڑے حکیموں کی حکمتیں

اور دانشوروں کی دانائیوں نے دنیا کے معاملات کی گتھیوں کو اور الجھا ہی دیا لیکن سلجھا نہ سکے۔ بڑے بڑے فلاسفروں نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ پہلو دار الفاظ کے انبار لگائے اور انسانوں کے گروہوں کو شک و تذبذب میں گرفتار کرکے انہیں جھگڑنے کے لیے چھوڑ دیا۔ بڑے بڑے صناع کاریگر اور سائنسدانوں نے جس قدر انسانیت کو فلزاتی سہولتیں مہیا کیں ان سے زیادہ ان کی ہلاکت اور تباہی کا باعث بن گئے۔ جن لوگوں کو دنیا پر انکشافاتِ جدیدہ کے ذریعے احسان کرنے کا دعویٰ ہے ان کے جبڑوں سے بھی زخمی انسانیت کا خون ٹپک رہا ہے۔ مغرب کی جو تہذیب بلند بانگ دعووں کے ساتھ وجود میں آئی اس نے انسان کو تباہ کرنے کے لیے اپنی تجربہ گاہوں کی ہر تجرباتی نلکی کو وقف کر دیا اور اسے موت کے انجکشن دینے کی فکر میں دن رات ایک کر دیئے۔ علم و دانش کے یہ سارے مدعی انسانیت کی آہوں اور فریادوں کے سوا اور کچھ حاصل نہ کر سکے۔ اس لیے کہ ان میں سے کسی نے بھی فلاحِ انسانیت کا کوئی عالمگیر پروگرام پیش نہیں کیا۔ اپنی صفات کے لحاظ سے وہ سب یک طرفہ اور جانبدار نظر آتے ہیں۔ ان میں کوئی معاشیات میں الجھ گیا ہے تو انسانی زندگی کے دوسرے تمام شعبوں کو نظر انداز کر گیا ہے کسی نے سیاست کو لیا ہے تو معاشرت اس کی نظروں سے اوجھل ہے کوئی اجتماعیات کا ماہر ہے تو انسانی انفرادیت سے قطعی بے بہرہ ہے غرض ان سب کو حالاتِ زمانہ اور تقاضائے وقت نے پیدا کیا۔ انہوں نے خود حالات کو اپنی مرضی کے مطابق نہیں ڈھالا۔ بلکہ جب مخصوص حالات پیدا ہو گئے تو انہوں نے آگے بڑھ کر ان حالات سے فائدہ اٹھایا۔ انہیں ہم تاریخ کی پیداوار (CREATURES OF HISTORY) کہہ سکتے ہیں۔ لیکن حضورؐ تشریف لائے تو حالات کا تقاضا وہ نہ تھا جو آپؐ نے پورا کیا۔ آپؐ نے حالات کو خود پیدا کیا خود اپنے کام کے آدمی تیار کئے۔ خود ان آدمیوں سے مخصوص اصولوں کی علمبرداری کا کام لیا اور خود ہی تاریکی کے پردوں کو پھاڑ کر ان میں سے صبحِ انسانیت کو طلوع کیا۔ انہوں نے خود تاریخ کو بنایا اور اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا۔

مشرقِ بعید کے تمام مذاہب کے قدیم بانیوں نے انسان کے لیے ترکِ دنیا کو مکتی کا ذریعہ بنایا۔ یہ زندگی کے مسائل کا حل نہ تھا بلکہ ان سے فرار تھا۔ انبیاء کرام جو دنیا میں وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے۔ ان کا پیغامِ ہدایت بھی انہیں مخصوص قوموں کے لیے رہا جن کی طرف وہ مبعوث ہو کر آئے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ ہر ایک نے ایک ہی انداز میں گم کردہ راہ لوگوں کو مخاطب کیا یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ "اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو"۔

ہر نبی، ہر داعی حق نے ہر زمانے میں اسی طرح خطاب کیا اور انہیں لوگوں کو مخاطب کیا جوان کے گردان کی قوم یا قبیلے کی شکل میں پھیلے ہوئے تھے لیکن سرورؐ کائنات نے دنیا کے تمام انسانوں کو بیک وقت مخاطب کیا۔ ان کو بھی جن تک آواز پہنچی ان کو بھی جو ان سے براہ راست مخاطب ہوئے اور ان کو بھی جو اس دنیا میں قیامت تک آدم کی نسل سے پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ ان کے خطاب اور ان کے پیغام کے تمام انسان مساوی طور پر مخاطب ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ "اے لوگو" یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کا پیغام نسلِ انسانی کے ہر فرد کے لیے ہے چاہے وہ زمین کے مغربی گوشے میں پیدا ہو یا مشرقی گوشے میں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی کو دنیا میں بھیجتے ہوئے یہی پیغام دیا کہ وہ کسی مخصوص گروہ کو نہیں بلکہ ساری دنیا کو خدا سے ڈرانے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ہ	ہم نے تم کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا سعادت انسانیت کی خوشخبری دینے والا اللہ کی طرف اس کے بندوں کو بلانے والا اور دنیا کی تاریکیوں کے لیے ایک چراغ نورانی بنا کر بھیجا۔

دوسری جگہ فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ہ	کیا ہی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندے پر الفرقان نازل کیا تاکہ وہ قوموں کو اور ملکوں ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام عالموں کی ضلالت کے لیے ڈرانے والا بنے۔

چنانچہ حضورؐ نے بھی حجۃ الوداع کے آخری خطبے میں جو انسانیت کے لیے تمام غیر الٰہی بندھنوں سے آزادی کا منشور ہے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے یہی فرمایا "جو یہاں موجود ہیں وہ اس پیغام کو ان تک پہنچا دیں جو یہاں نہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کا پیغام زمان و مکان کی حد بندیوں سے بالا ہے اور وہ ہر زمانے اور ہر نسل کے انسانوں کو بیک وقت ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔

ساری دنیا کے لیڈر کے لیے جن صفات کا بنیادی طور پر ہونا ضروری ہے وہ چار قرار دی جا سکتی ہیں۔
پہلی صفت یہ ہے کہ وہ کسی خاص قوم، نسل خاندان، رنگ یا طبقے کی سربلندی کے لیے نہ اُٹھا ہو بلکہ مجموعی طور پر دنیا کے تمام انسانوں کی بھلائی کے لیے اس نے کام کیا ہو۔ اس لیے کہ کسی مخصوص قوم یا ملک یا نسل کی سربلندی چاہنے والا شخص اس کے اپنے لوگوں کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے قابلِ تقلید نہیں ہو سکتا۔ جو شخص چین کے لیے ساری خیر خواہی کا جذبہ لے کر اُٹھا ہو اس کی ذات سے ہم پاکستانیوں کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اسے اپنا لیڈر تسلیم کریں بلکہ اگر وہ چین کے باشندوں کی ترقی کے لیے ہمیں گرانا چاہتا ہو تو ہمیں اس سے نفرت ہو گی۔ اس لیے تمام قوموں کے انسان تو ایک شخص کو اسی صورت میں اپنا لیڈر مان سکتے ہیں کہ وہ کسی قوم کے فرد کو کسی دوسری قوم کے فرد پر کوئی ترجیح نہ دے۔
دوسری صفت یہ ہے کہ اس لیڈر نے ایسے اصول پیش کیے ہوں جو دنیا کے تمام انسانوں کی نسل، قوم، رنگ اور ملک کی عصبیت سے بالاتر ہو کر رہنمائی کرتے ہوں اور ان کی فلاح کا طریقہ بتاتے ہوں۔
تیسرے یہ کہ اس کی رہنمائی کسی خاص زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہو بلکہ اس کا بتایا ہوا راستہ ہر زمانے کے انسانوں کے لیے مفید ترین راستہ ہو اس لیے کہ جو لیڈر زمانے کی گردش کے ساتھ ازکار رفتہ ہو جانے والا ہو اسے دنیا کا ہادی نہیں کہا جا سکتا۔ دنیا کا ہادی وہی ہو سکتا ہے جس کی رہنمائی رہتی دنیا تک کارآمد ہو۔
چوتھے یہ کہ اس نے جو اصول پیش کیے ہوں وہ محض کسی فلسفی کا فلسفہ نہ ہوں بلکہ ان اصولوں پر اس نے حرف بہ حرف عمل کر کے بھی دکھایا ہو اس لیے کہ محض اصول پیش کر دینے والا زیادہ سے زیادہ ایک مفکر تو ہو سکتا ہے لیکن ایک راہنما اور ہادی نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ شرائط ہیں جنہیں پورا کیے بغیر کسی انسان کو ساری دنیا اپنا لیڈر تسلیم نہیں کر سکتی۔ جب ہم یہ شرائط لے کر تاریخ کا دامن گھنگالتے ہیں اور دنیا کے تمام رہنماؤں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں حضورؐ کے سوا اور کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا جو ان شرائط پر پورا اترتا ہو حضورؐ کی زندگی پر سرسری طور پر بھی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کسی خاندان یا قوم یا نسل یا طبقے یا گروہ اور ملک کے مفاد سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ان کی نگاہ میں تمام انسان بحیثیت انسان برابر تھے۔ ان کی زندگی میں کوئی شائبہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جس سے معلوم ہو کہ انہیں کسی خاص قوم یا خاندان یا گروہ سے دلچسپی تھی۔ انہوں نے قومی، ملی، خاندانی یا نسلی بڑائی چھوٹائی کے تمام معیار توڑ کر تمام بنی نوع انسان کے سامنے ایک ہی معیار رکھ دیا۔

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ   جو تم میں پرہیزگار ہے اللہ کے نزدیک وہی معزز ہے۔

اس پیمانے پر دنیا کے ہر خطے کا انسان اپنے آپ کو جانچ سکتا ہے اور جس کا وزن اس میں زیادہ نکلے وہی معزز ہے چاہے وہ حبش کے بلالؓ ہوں یا روم کے صہیبؓ ہوں اسی لیے حضورؐ نے انسانوں میں بڑائی چھوٹائی کے وہ پیمانے مقرر کیے جن کا تعلق انسان کے جغرافیائی یا نسلی وجود سے نہیں بلکہ اخلاقی وجود سے ہے اور ان میں مساوات انسانی درجہ اوّل کا اصول ہے۔

فرمایا:

"اللہ کی ناراضگی سے بچو، جو خدا کے غضب سے ڈرتا ہے وہ پورا پورا کامیاب ہوا۔"

"پرہیزگاری مراتب کو بلند کرتی ہے۔"

پھر فرمایا:

"جاہلیت کے تمام مفاخر بند کیے جاتے ہیں۔"

نسل کی حد بندیاں ختم کرتے ہوئے فرمایا:

"پرہیزگاری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے پر فضیلت نہیں سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔"

پھر فرمایا:

"اے لوگو نسب کے لیے کوئی فخر نہیں ہے عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔"

قرآن میں فرمایا گیا:

"اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تاکہ تم آپس میں پہچانے جاؤ۔ مگر درحقیقت معزز تم میں وہی ہے جو پرہیزگار ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں۔"

اس طرح مکان و زبان اور قوم و وطن کی تمام حد بندیاں توڑ کر دنیا کے تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا اور عالمی برادری بنانے کی دعوت دی گئی۔